خطباء، ذاکرین، ادیبوں اور شعراء کرام سے!

احسن العلماء مولانا حسن ظفر نقوی اجتہادی صاحب (کراچی)

جس طرح ہر لشکر ڈویژنوں، پلٹنوں اور دستوں میں تقسیم ہوتا ہے اور ہر دستہ، پلٹن اور ڈویژن کے درجہ بہ درجہ سالار ہوتے ہیں۔ آپ خطباء کرام، ذاکرین عظام، ادبیان محترم اور شعراء والا مقام حسینی لشکر کے دستوں کے سالاروں کی حیثیت کے حامل ہیں۔

یہی مقام ہمارے محترم نوحہ خواں حضرات اور مرثیہ خواں حضرات کو حاصل ہے۔ آپ کچھ دیر کے لیے یہ تصور کر لیجئے کہ آپ کو ایک دستہ کا سردار مقرر کر دیا گیا ہے تو آپ اپنے دستہ کی سالاری کیسے کریں گے؟ آپ سب خدمت گذاران مکتب اہل بیتؑ ہیں۔ آپ پر اس لشکر کو منظم کرنے کی سنگین ذمہ داری ہے، آپ سب اپنے اپنے میدان کے سالار ہیں۔ آپ کی قوت بیان، آپ کی تحریر، آپ کا کلام، آپ کا انداز بیان، آپ کی خوبصورت آواز یہ سب آپ کے پاس زہراؑ کی امانت ہیں۔

بارگاہ حسینیؑ سے آپ کو اور ہم کو جو عزت و وقار عطا ہوا ہے وہ دنیا کی کسی بارگاہ یا دربار سے نہیں مل سکتا، پھر ہم اس عظیم نعمت الٰہی کا شکر کیسے ادا کریں؟ شکران نعت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو انہی کی خدمت میں صرف کیا جائے جن کی یہ عطا ہے۔ اپنی جوان نسل کی تربیت کی ذمہ داری کسی ایک فرد یا ایک عالم کی نہیں ہے بلکہ یہ تو ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے، ان کی ذمہ داری ہے جو شعور و آگاہی کی دولت سے مالا ل ہیں، جو سینے میں درد ملت رکھتے ہیں۔

آپ کے پاس منبر ہے، آپ کے پاس قلم ہے، آپ کے پاس فکر ہے، زور بیان ہے، آواز ہے۔ یہ سب وقف کر دیجئے ملت کے حالات بدلنے کے لئے۔ ایک شہرت وقتی اور زمانی ہے اور ایک ابدی اور لافانی ہے، ایک عزت صرف دنیا تک محدود ہے اور ایک عزت دنیا و آخرت کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ایک بار ہم صرف لوگوں کے سامنے سرخرو ہو کر خوش ہو جاتے ہیں اور ایک بار خدا و رسولؐ اور ائمہ معصومینؑ کے سامنے سرخروئی کی بات ہے۔

یہ فیصلہ کی گھڑی ہے کہ ہمیں کون سی شہرت، عزت اور سربلندی درکار ہے۔ درست ہے کہ راہ حق بہت مشکل اور دشوار گذار ہے، سخت ہے، امتحان بار ہے۔ مگر کیا ہمارے پاس اسوۂ حیدر کرارؑ اور کربلا والوں کا کردار نہیں ہے اگر واقعی ہم کربلا والے ہیں اور راسخ العقیدہ حسینی ہیں تو ہمیں اسی سخت اور دشوار گذار راستے کا انتخاب کرنا ہوگا جو ابوذر غفاریؓ، میثم تمارؓ اور قنبرؓ جیسے علیؑ کے غلاموں نے کیا تھا۔ اس راہ پر چلنا پڑے گا جس راہ پر چل کر حبیب ابن مظاہرؓ ساری رکاوٹیں عبور کر کے اپنے مولا کے قدموں میں پہنچ گئے تھے، اس طرح اپنے آپ کو ظلمات سے نکالنا پڑے گا جس طرح حر

ظلمات سے نکل کر نور کی طرف گیا تھا۔

آج انتہائی معذرت اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ بعض جگہ ہمارے منبر کا معیار انتہائی گر چکا ہے، آداب منبر کا کوئی پاس نہیں رہا ہے، علمی سطح اس حد تک گر چکی ہے کہ بعض اہل منبر تشیع کے بنیادی عقائد سے بھی کما حقہ آگاہ ہی نہیں رکھتے۔ سارا زور صرف انداز بیاں اور چند رٹے ہوئے واقعات کو بار بار گھما پھرا کر پیش کرنے پر ہوتا ہے۔ یہ Formal مجالس ہم میں انقلابی روح بیدار نہیں کر سکتیں۔ کردار سازی منبر کا حق ہے، حسینؑ نے ہمیں تاریخ میں زندہ کر رکھا ہے تو ہمارا بھی فرض ہے کہ اسوۂ حسینؑ، مقصد حسینؑ اور منشور حسینؑ کو زندہ رکھیں۔

ایک مسجد میں نماز کی امامت کرنے کے لیے پیش امام کے لیے کتنی شرائط رکھی گئی ہیں مگر منبر پر بیٹھ کر ہزاروں انسانوں کے ذہنوں پر حکومت کرنے والے کے لیے ہم کسی شرط کے قائل اور پابند نہیں ہیں۔ ایسا قطعاً نہیں ہونا چاہئے اور اس سلسلے میں بانیان عزا پر بھی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ فرش عزا بچھانا محض رسمی کارروائی نہیں ہے اور نہ ہی محض مجمع اکٹھا کرنا مقصود ہوتا ہے بلکہ فرش عزا بچھانے کا مقصد ایک طرف غم منانا اور دوسری طرف پیغام حسینیؑ کو دنیا تک پہنچانا ہے۔

اب آج کے دور میں ہم یہ پیغام کس طرح پہنچائیں؟ یقینا جب تک ہمارے اہل منبر اپنے بیان کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کریں گے، بدلتی ہوئی اقدار کا لحاظ نہیں کریں گے، سماجی رشتوں کا پاس نہیں رکھیں گے کس طرح یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ لوگ ہماری مجلسوں کا رخ کریں۔ ہمارا انداز تو ایسا ہونا چاہیے کہ لوگ خود بہ خود کھنچ کر مکتب اہل بیتؑ کی طرف آ جائیں نہ کہ ان کے دلوں میں نفرتیں بوئی جائیں۔ یہ درست ہے کہ ساری دنیا نے نہ تو کبھی حق تسلیم کیا ہے اور نہ سب نے ساتھ دیا ہے لیکن ہمیں تو اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کرنا ہوگی۔

اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟ ابھی نصف صدی پہلے تک لکھنؤ میں ایسی اکیڈمی موجود تھی (اور میری اطلاعات کے مطابق برسوں کی زبوں حالی کے بعد ایک بار پھر اس اکیڈمی کو نئی زندگی ملی ہے) جہاں ایسے واعظ اور خطیب تیار کئے جاتے تھے جو منبر پر جا کر پوری ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مدرسۃ الواعظین، ناظمیہ اور سلطان المدارس لکھنؤ ماضی میں یہ خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔

یہاں بھی ہمیں واعظین اور خطباء کے لیے ایک ایسی اکیڈمی قائم کرنا پڑے گی جو چند سال تک باصلاحیت افراد کی تربیت کے فریضے کو انجام دے اور انہیں باقاعدہ سند دے کر فارغ کیا جائے تا کہ وہ معاشرے کی ضروریات کو پورا کر سکیں اور یہ جو آج کل (Short-cut) مختصر راستہ نکلا ہوا ہے کسی بھی مشہور ذاکر کی چند کیسٹوں کا رٹا لگا کر یا چند معروف خطباء کی مجالس یاد کر کے علامہ کا لیبل لگوا لیا۔ نہ پڑھنے کی ضرورت اور نہ ہی مدرسہ کی حاجت۔ (حقیقی خطباء اور ذاکرین میری اس بات کے مصداق نہیں ہیں) جہاں عزاداری پر ہم کروڑوں بلکہ اربوں خرچ کرتے ہیں وہیں

(بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

الزام تراشیوں کا باطل کرنا ہی ہو جیسا کہ ہم نے اوپر بالتفصیل بیان کیا ہے تو پھر ان دو چیزوں یعنی ''فتح مکہ'' اور ''گناہوں کی بخشش'' کا ارتباط صحیح اور واضح ہوجاتا ہے کیوں کہ اس کامیابی نے تہمتوں کی تکرار کے بارے میں لوگوں کے منہ بند کر دیئے اور پھر کسی کے آں حضرتؐ کو الزام دینے کا سوال باقی نہ رہا اور اگر ان سے مراد شرعی گناہ اور نافرمانیاں ہوں تو پھر ان گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ایک عسکری فتح اور ظاہری کامیابی نہیں بلکہ استغفار اور توبہ ہے۔

۲۔　آیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ یہ فتح اور کامیابی گزشتہ اور آئندہ گناہوں کی بخشش کے اسباب وجود میں لائی اور یہ جملہ اسی صورت میں صحیح معنوں کا حامل ہوسکتا ہے جب اس سے مراد تہمتیں اور ناروانسبتیں ہی ہوں یعنی یہ عظیم اجتماعی کامیابی اس امر کا موجب بنی کہ سابقہ تہمتیں زائل ہوجائیں اور آئندہ بھی کوئی ایسی تہمتیں نہ لگائے لیکن اگر اس سے مراد شرعی گناہ ہی ہوں تو پھر آئندہ گناہوں کی بخشش کا صحیح مفہوم بر آمد نہیں ہوتا۔

(بقیہ خطباء، ذاکرین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

ایسی اکیڈمی اور ایسے مدارس کا قیام بھی عزاداری ہی کی خدمت کا حصہ ہیں ورنہ جس ڈگر پر آج ہمارا منبر چل رہا ہے اگر صورتحال کے آگے بند نہ باندھا گیا تو کچھ عرصے کے بعد منبر کا اللہ ہی حافظ ہوگا۔

ہمارے بعض صوبوں میں تو یہ حال ہے کہ گانے بجانے والے محرم میں گانا بجانا چھوڑ کر منبر پر کودنا شروع کر دیتے ہیں اور انہیں یہاں زیادہ پذیرائی ملتی ہے اور بقول ان کے گانے بجانے سے زیادہ انہیں ان دو ماہ میں عزت، شہرت اور دولت مل جاتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان سب کے بدلے انھوں نے اس قوم کو کیا دیا؟ تاریخی واقعات کو مسخ کر کے پیش کرنا، گڑھی ہوئی روایات کو پیش کر کے واقعہ کربلا کو دنیا کی نظروں میں مشکوک بنانا اور اپنی بے عملی کی توجیہہ وتاویل پیش کرنے کے لیے ساری قوم کو بے عملی راہ پر چلنے کی دعوت دینا۔

کیسے کیسے لوگ، منبر پر نظر آنے لگے
زیرِ منبر بیٹھئے، توہینِ منبر دیکھئے

آپ اس قوم کے دانشور ہیں، آپ کو ہی قوم کو اس دلدل سے نکالنا ہوگا۔ خدا بھی کسی قوم کی تب ہی مدد کرتا ہے جب وہ خود اپنی مدد کے لیے آمادہ ہو۔

آیئے ہم سب مل کر عہد کریں کہ اپنے عہد وفا کو پورا کریں گے، اپنی ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ برآ ہوں گے اور اس مظلوم ملت کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ناکام بنا دیں، آیئے اپنے جزئی اختلافات کو بھلا دیں اس طرح صف بندی کر لیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار بلکہ کربلا کی دیوار جس سے ٹکرا کر یزیدیت پاش پاش ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

☆☆☆